Lesson No. 15

Mustafa Kamal

مصطفیٰ کمال

Willfrid F. Castle

Words Meanings

Words	Synonyms	Urdu Meanings
Entire	Complete	مکمل
Collaborate	Cooperate	مل کر کام کرنا
Conception	Idea	سوچ۔خیال
Armistice	Ceasefire	جنگ بندی
Detachments	Separate troops	علیحدہ فوجی دستے
Supervise	Administer	نگرانی
Supersede	Take place of	جگہ لینا
Remnants	Remains	باقیات
Obstruct	Hinder	رکاوٹ ڈالنا
Disband	Dismiss	بکھر جانا
Encounter	Combat. suddenly meeting	اچانک ملنا۔لڑائی ہونا
Consternation	Confusion	پریشانی
Demur	Object	اعتراض کرنا
Suspicious	Doubtful	مشکوک
Intercept	Stop	روکنا
Fleet	Naval Force	سمندری جہازوں کا گروہ
Metropolitan	Priest	پادری
Disembark	Dismount	جہاز سے اترنا
Infuriated	Be angry	غصہ ہونا
Indignation	Fury	غصہ
Invasion	Enter in country and attack	ملک میں جا کر حملہ کرنا
Staggered	[illegible]	[illegible]

Corps	Army troop	فوجی دستہ
Guerilla	Disguised fighter	گوریلا
Delegates	Representatives	نمائندے
Revolt	Rebellion	بغاوت
Vow	Oath	قسم لینا
Raid	Plunder, loot	لوٹ مار
Dump	Stock	ذخیرہ
Throne	Royal seat	تخت
Peremptory	authoritative	حاکمانہ
Momentous	Vital	بہت اہم
Subtlety	Cleverness	چالاکی
Summon	Court order to call	عدالت کا بلاوہ
Grasp	Grip	گرفت میں لینا
Chronicle	Record	ریکارڈ
Deterioration	Decline	زوال
Massacre	Mass killing	قتل کرنا
Evacuate	Quit, leave	چلے جانا
Astonishing	Amazing	حیران کن
Violate	Breach, break law	قانون پر عمل کرنا
Mandated	Under control (area)	ماتحت (علاقہ وغیرہ)
Hinterland	Remote Area	دور کا علاقہ
Treaty	Agreement	معاہدہ
Dotard	Stupid	احمق
Radiant	Brave	بہادر
Reckless	Wildly boldly	بہادری سے
Grimly	Firmly	ثابت قدمی
Harbour	Port	بندرگاہ
Escort	Convoy	حفاظتی دستہ
Cavalry	Soldiers with horses	گھڑسوار فوجی

Complete Urdu Translation

مکمل اُردو ترجمہ

The war was over. Throughout the entire near and Middle East the armies of the democracies had been hailed not so much as conquerors, but as deliverers. The Turks themselves were only too glad to be able to lay down arms after almost continuous fighting since 1911. A government formed from the old Liberals was in power in Istanbul, its members and the Padishah himself alike eager to collaborate with the Allies, their conception of the best interests of the nation was that o{ loyalty to the Armistice and co-operation with the occupying forces of the conquerors. At Istanbul the old British Embassy was now the British High Commission, supported by military and naval detachments. Allied officers were supervising the police and the ports and the normal machinery of the government was practically superseded by orders and suggestions from the Allies.

جنگ ختم ہو گئی تھی۔ مشرق قریب اور مشرق وسطیٰ میں جمہوری ملکوں کی فوجوں کا اچھا استقبال کیا گیا۔ اس لیے نہیں (استقبال کیا گیا) کہ وہ فاتح تھے بلکہ اس لیے کہ وہ نجات دہندہ تھے۔ 1911ء سے مسلسل لڑائی میں رہنے والے ترک، ہتھیار ڈال سکنے کے قابل ہونے پر بہت خوش تھے۔ پرانے حریت (آزادی) پسندوں سے بننے والی ایک حکومت استنبول میں اقتدار میں تھی، اس کے ارکان اور اسی طرح خود بادشاہ اتحادیوں (اتحادی افواج) کے ساتھ ملکر کام کرنے کے خواہش مند تھے۔ قوم کے بہترین مفادات سے متعلق ان کا نظریہ جنگ بندی کے معاہدے کے ساتھ وفاداری اور فاتحین کی قابض فوجوں کے ساتھ تعاون تھا۔ استنبول میں برٹش ایمبیسی اب برٹش ہائی کمیشن بن گیا تھا، اسے فوجی اور بحری دستوں کی امداد حاصل تھی۔ اتحادی فوج کے افسر بندرگاہوں کی نگرانی کر رہے تھے۔ حکومت کے عام انتظامی ڈھانچے کی جگہ عملی طور پر اتحادیوں کے احکامات اور مشوروں نے لے لی تھی۔

At this time far away in Eastern Anatolia, one Kiyazim Karabekar with some undefeated remnants of the Ottoman Army, began to obstruct the Allied control officers, refusing to disband his men. Week by week little encounters increased; it was apparent that the Turks were steadily growing bolder. Even in the streets of Anatolia towns their bearing changed. This caused consternation not only among the Allies but in Istanbul itself. Someone must go as the representative of the Padishah and deal with the situation on the spot—a strong capable soldier was wanted. Every indication seemed to point to one man as being suitable for the work, and Mustafa Kamal was the man. At first the British High Commissioner demurred, but his objections were for once overruled, and Mustafa Kamal sailed on the 15th of May, 1919, for the north-east coast of Anatolia as Governor-General of the Eastern Provinces. Scarcely had the small steamer bearing Mustafa Kamal entered the Black Sea than the authorities of Istanbul became suspicious of his intentions and issued orders for the ship to be intercepted. But it was too late.

اس وقت شرقی اناطولیہ میں کافی دور ایک آدمی کیازم کارابیکر عقانیہ فوج کے کچھ بچے ہوئے ہار نہ ماننے والے فوجیوں کے ساتھ اتحادی افسروں کے کنٹرول کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے لگے اور اپنے آدمیوں کو منتشر کرنے سے انکار کر دیا۔ ہفتہ بہ ہفتہ چھوٹی چھوٹی جھڑپیں زیادہ ہوتی چلی گئیں۔ یہ واضح ہو گیا تھا کہ ترک مسلسل بہادر ہوتے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ اناطولیہ کے قصبوں اور گلیوں میں ان کا رویہ تبدیل ہو گیا تھا۔ یہ بات نہ صرف اتحادیوں بلکہ استنبول میں بھی پریشانی کی وجہ بن گئی۔ کسی کو بادشاہ کے نمائندے کے طور پر جا کر موقع پر صورت حال سے نپٹنا ضروری تھا۔ ایک مضبوط اور قابل سپاہی درکار تھا۔ ہر اشارہ ایک ہی جانب دکھائی دے رہا تھا جو اس کام کے لیے موزوں تھا۔ وہ آدمی مصطفیٰ کمال تھا۔ پہلے تو برٹش ہائی کمشنر نے اعتراض کیا لیکن یہ اعتراضات اس وقت مسترد کر دیئے گئے۔ اور مصطفیٰ کمال مشرقی صوبوں کے گورنر جنرل کے طور پر 15 مئی 1919ء اناطولیہ کے شمال مشرقی ساحل کی طرف بحری جہاز میں روانہ ہوا۔ مشکل سے بھاپ سے چلنے والا چھوٹا بحری جہاز مصطفیٰ کمال کو لیے بحر اسود میں داخل ہوا تھا کہ استنبول کے حکام اعلیٰ

اس کے ارادوں کے بارے میں مشکوک ہو گئے اور انہوں نے جہاز کو راستے میں روکنے کے احکامات جاری کیے۔ لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔

The very same day it became clear beyond all doubt that the Allies had condemned the Ottoman Empire to be partitioned to the very walls of Istanbul. On the 15th of May, the Admiral of the British Mediterranean Fleet informed the Ottoman governor of Izmir that this great seaport and the rich province of Aydin were to be occupied by the Greeks. The Ottoman troops were hurriedly withdrawn into barracks and the Greek Metropolitan raised the Cross as the first Greek soldiers disembarked.

بالکل اسی دن بلا کسی شک کے یہ بات واضح ہو گئی کہ اتحادی خلافت عثمانیہ کو استنبول کی دیواروں تک تقسیم کرنے کو رد کر چکے ہیں۔ 15 مئی بحیرہ روم کے برطانوی بیڑے کے ایڈمیرل نے ازمیر کے عثمانی گورنر کو اطلاع دی کہ یہ عظیم بندرگاہ اور ایڈن کا امیر صوبہ یونانیوں کے قبضے میں ہوں گے۔ عثمانی فوجی دستوں جلدی سے بارکون میں واپس بلا لیا گیا۔ اور جیسے ہی پہلا یونانی سپاہی جہاز سے اترا، پادری نے صلیب لہرا دی۔

To all Turkish patriots these events meant that there was only one policy to be pursued. Even those most friendly to the Allies were infuriated by this foreign occupation of the richest and most essentially Turkish of their provinces. Turkish patriotism was no longer vague and undecided, it was a flame burning in the hearts of men and women of all classes - a flame of indignation not of hatred. Even during cruel wars the Turks and the Greeks never hated each other, and among the Greeks there was little enthusiasm for the Anatolian adventure. A magnificent Greek Royalist officer - Ioanne Metacas - protested strongly to his Government, but the invasion continued.

ان تمام واقعات کا ترکی کے محب وطن لوگوں کے لیے ایک ہی مطلب تھا کہ بس ایک ہی حکمت عملی اپنانی رہ گئی ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو اتحادی افواج کے ساتھ دوستانہ تھے وہ بھی زرخیز اور اصل ترکی پر بیرونی قبضے کی وجہ سے غصے میں آ گئے۔ ترک حب الوطنی دیرپا اور غیر واضح نہ تھی۔ یہ تمام طبقوں کے مردوں اور عورتوں میں ایک بھڑکتا شعلہ بن چکی تھی۔۔۔۔۔ ایک غصے (غضب) والا شعلہ نہ کہ نفرت کا شعلہ۔ حتیٰ کہ ظالمانہ جنگوں کے دوران بھی ترکوں اور یونانیوں نے ایک

دوسرے سے نفرت نہیں کی۔ اور اناطولیہ کی مہم میں یونانی پرجوش تھے۔ یونانی شاہی فوج کے ایک افسر۔ آئی اون میٹاکاس نے حکومت سے شدید احتجاج کیا، مگر لشکر جاری رہا۔

In a heavy storm Mustafa Kamal's small ship staggered towards the landing stage at Samsun on the coast of Anatolia. At Amisa he met Ali Faut, the commander of a small army corps centred on Ankara, and at a secret meeting of the patriots he sketched out his plan of resistance. First of all, guerilla bands must hold up the Greeks, and covered by these irregulars the patriots must build up the National army, but without any help from Mehmet IV or any one at Istanbul. "As the Sultan and the Central Government are in enemy hands we must set up some temporary government in Anatolia," he continued, "A congress of delegates to represent the real, free Turkey should be called as quickly as possible Meanwhile Mustafa Kamal set out to tour the villages, preaching resistance and in every place appointing representatives to form centres of patriotic revolt. Yet even the energy and personality of Mustafa Kamal would not have been so effective had not news arrived that the Greeks were advancing. Everywhere the local Turks vowed that death was preferable to rule by Greeks. Moreover, the Allies who had made these plans were far away while near at hand was an un-disbanded Turkish army corps at Diyarbekir. Men came crowding back to the ranks with guns and ammunition raided from the Allied arms dumps.

بڑے طوفان میں مصطفیٰ کمال کا چھوٹا جہاز اناطولیہ کے ساحل پر سیمون کی گھاٹ کی طرف ہچکولے کھاتا ہوا بڑھا۔ امیسا کے مقام پر اس کی ملاقات، علی فاؤت سے ہوئی جو انقرہ میں موجود فوجی دستے کا کمانڈر تھا اور محب وطنوں کے خفیہ اجلاس میں اس نے مزاحمت کا منصوبہ بنایا تھا۔ سب سے پہلے گوریلا دستے یونانیوں کو روکیں گے، اور ان بے ترتیب دستوں کی آڑ میں محب وطن قومی فوج بنائیں گے (مگر یہ سب) مہمت چہارم یا استنبول کے کسی مدد کے بغیر۔ "ہمیں اناطولیہ میں عارضی حکومت قائم کرنا ہوگی"۔ اس نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا" حقیقی اور آزاد ترکی کی نمائندگی کے لیے نمائندوں کا اجلاس جتنا جلدی ممکن ہو بلایا جائے"۔ اس دوران مصطفیٰ کمال گاؤں گاؤں دوروں پر چل پڑا اور مزاحمت کی تبلیغ کرتا رہا اور محب الوطنی کی بغاوت کے مراکز بنانے کے لیے نمائندے

مقرر کرتا رہا۔ اگرچہ خبر نہ آتی کہ یونانی پیش قدمی کر رہے ہیں، مصطفیٰ کمال کی شخصیت اور جوش اتنا متاثر کن نہ ہوتا۔ ہر جگہ ترکوں نے یونانی راج پر موت کو ترجیح دینے کی قسم کھالی۔ مزید یہ کہ وہ اتحادی جنہوں نے یہ منصوبے بنائے تھے دور تھے اور ترک فوج کے متحد دستے دیار بکر کے مقام پر قریب موجود تھے۔ آدمی جوق در جوق اس اسلحہ کے ساتھ سپاہیوں کی صفوں میں آ ملے جو انہوں نے اتحادیوں کے اسلحہ کے ذخیروں سے لوٹا تھا۔

As soon as Mehmet heard of these activities he ordered Mustafa Kamal to return. The patriot's reply was a long personal telegram to the Padishah urging him, as leader of his people, to come over to Anatolia and himself take the lead against the Greeks and all the foreign enemies-^it would be Mehmet's last chance to save himself, the Throne of his forefathers and the Turkish nation. But Mehmet's conception of the best interests of Turkey was co-operation with the powerful conquerors. In these circumstances the only imaginable reply to Mustafa Kamal's invitation was a peremptory command: the rebel must report himself immediately to Istanbul. Back along the wire went the most momentous telegram in the history of the Ottoman Empire:

I shall stay in Anatolia until the nation has won its Independence.

جیسے ہی مہمت نے ان سرگرمیوں کا سنا تو اس نے مصطفیٰ کمال کو واپس آنے کا حکم دیا۔ اس محب وطن کا بادشاہ کو جواب ایک لمبے ذاتی ٹیلیگرام (کی صورت) تھا جس میں اس نے بادشاہ کو اکسایا کہ وہ خود لوگوں کے رہنما کے طور پر اناطولیہ آئے اور یونانی اور غیر ملکی دشمنوں کے خلاف خود ان کی قیادت کرے ـــــ یہ مہمت کا خود، اپنے آباؤ اجداد کے تخت کو اور ترک قوم کو بچانے کا آخری موقع تھا۔ لیکن مہمت کا نظریہ ترکی کے بہترین مفادات میں طاقتور فاتحین کے ساتھ تعاون کرنا تھا۔ ان حالات میں مصطفیٰ کمال کی دعوت کا واحد قابل تصور جواب ایک حاکمانہ فرمان تھا، باغی خود فوراً استنبول آئے۔ تار کی مدد سے سلطنت عثمانیہ کی تاریخ کا اہم ٹیلیگرام واپس گیا۔ "جب تک قوم اپنی آزادی حاصل نہیں کر لیتی ہیں اناطولیہ میں ہی رہوں گا"۔

Mehmet IV could see no other way to regain the provinces of Anatolia for the throne than by subtlety. With a sudden

movement he unexpectedly proclaimed himself willing to summon a government pleasing to the Nationalists. The delegates in Anatolia could transfer their activities to Istanbul, put Mustafa Kamal's ideas into practice and yet no longer stand in opposition to the Padishah, the Shadow of God. The patriots, who could scarcely imagine their state without a Sultan as its head sooner or later, grasped at these promises—almost all but Mustafa Kamal himself who fought hard for a parliament in Anatolia. He suggested that it should sit in the upland town of Ankara, where it would be centrally situated, well protected, free, absolutely independent of the Allies in a thoroughly Turkish town associated with the history of the Turks and their forefathers. But for once he was defeated and Mustafa Kamal was left almost alone when on the 19th of January, 1920, the National Assembly assembled in the "City of the Sultan" and began the hopeless task of trying to work up resistance under the very eyes - and guns - of the Allies.

مہمت چہارم کو صوبہ اناطولیہ دوبارہ حاصل کرنے کے لیے مکاری کے سوا کوئی راہ نظر نہ آئی۔ فوری طور پر حرکت میں آتے ہوئے اس نے غیر متوقع اعلان کیا کہ وہ قوم پرستوں کی پسند کی حکومت بنانے کو تیار ہے۔ اناطولیہ میں نمائندے اپنی سرگرمیاں استنبول مین مستقل کر سکتے ہیں اور مصطفیٰ کمال کے خیالات کو عملی طور پر کر سکتے ہیں۔ اور پھر بھی وہ بادشاہ ظل الہیٰ کے مخالف نہیں سمجھے جائیں گے۔ جو محب وطن اپنے ملک کو سلطان کے بغیر مشکل سے ہی تصور کر سکتے تھے وہ جلدی یا دیر سے مصطفی کمال کے ان وعدوں میں آگئے اور وہ اکیلا لڑتا رہا کہ پارلیمنٹ کو اناطولیہ میں ہونا چاہیے۔ اس نے تجویز پیش کی کہ اسے (پارلمینٹ) انقرہ کی بلندی والی جگہ پر ہونا چاہیے، جہاں یہ مرکز ہیں واقع ہے محفوظ، آزاد، اتحادیوں سے مکمل طور پر آزاد، ایک قصبہ جو ترکوں اور ان کے آباؤ اجداد سے جڑا ہوا ہے۔ مگر اس موقع پر اسے ناکامی ہوئی اور جب 19 جنوری 1920ء کو " سلطان کے شہر " میں قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا اور اس نے اتحادیوں کی آنکھوں اور بندوقوں کے سامنے مزاحمت کا طریقہ کرنے کی مایوس کن کوشش کی۔ (اس موقع پر) مصطفی کمال بالکل اکیلا رہ گیا۔

While the delegates were wasting their time on the Bosphorus, Mustafa Kamal was making exceptionally good use of the

freedom which the absence of the talkers had given him. For the next few weeks Allied agents were kept busy reporting large armed formations seen in the interior: regular troops of the old Imperial army, armed peasants, women transporting ammunitions and supplies as Turkish women had done in the days before Islam. The position was becoming really serious for the Allied Army of Occupation stationed here and there near the coast. In her diary, an American medical practitioner chronicled the daily deterioration of the position in Anatolia:

جب نمائندے باس فورس میں اپنا وقت ضائع کر رہے تھے تو مصطفٰی کمال اس آزادی کا غیر معمولی طور پر اچھا استعمال کر رہا تھا جو (آزادی) اسے باتیں کرنے والوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس کو ملی تھی۔ اگلے چند ہفتوں تک اتحادی ایجنٹ یہ رپورٹیں دینے میں مصروف رہے کہ ملک کے اندرونی حصول میں بڑے مسلح لشکر، پرانی شاہی فوج کے باقاعدہ دستے، مسلح کسان اور عورتیں دیکھی گئیں جو اسلحہ اور کھانے پینے کی چیزیں ادھر سے ادھر لے جاتے دیکھے گئے۔ جسے ترک عورتوں نے اسلام سے پہلے دنوں میں کیا تھا۔ ساحل کے قریب ادھر ادھر ٹھہرے ہوئے اتحادی قابض فوجوں کے لیے یہ صورت حال حقیقت میں سنجیدہ ہوتی جارہی تھی۔ اپنی ڈائری میں ایک امریکی خاتون ڈاکٹر نے اناطولیہ کی روز کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے بارے میں لکھا:

"The firing gets worse steadily ... a general massacre of the Armenians is expected .... All night along the skies are red-lighted in every direction by the raging fires, and the canons roar and the heavens shake .... The whole city is overhung with clouds of smoke. The Turks are bolder all the time. Surely this is because they realize that this is the end for them, and are desperate."

فائرنگ لگاتار بری ہوتی جارہی تھی۔۔۔ آرمینیوں کا قتل عام متوقع ہے۔۔۔ پوری رات آسمان غضبناک مشعلوں سے سرخ رہتا ہے۔۔۔ اور توپوں کی آواز گونجتی ہے اور آسمان لرزتا ہے۔۔۔ تمام شہر پر دھوئیں کے بادل چھائے رہتے ہیں۔۔۔ ترک لوگوں ہر پل بہادری دکھا رہے ہیں۔۔۔ یقینی طور پر یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے سمجھ لیا ہے یہ ان کا انجام ہے اور وہ بہت بہادر ہوگئے ہیں"۔

Every day brought fresh men and new equipment. The Allies began to withdraw their troops from the interior. They evacuated the important Baghdad Railway junction at Estishehir, where immediately the patriots transformed the railway depots into ammunition factories. The Allies replied by putting Istanbul under a collective arrest and dissolving "the National Assembly." Leading Patriots hid or escaped into Anatolia, where they made straight for Ankara to join Mustafa Kamal. There on the 23rd of April, 1920 the revolutionary Turkish Grand National Assembly met with Mustafa Kamal as President. Its first act was to make clear to the world the position of the new Turkish Government. The courage of its words is astonishing.

ہر روز نئے آدمی اور نیا سامان آتا گیا۔ اتحادیوں نے اندرونی علاقوں سے اپنے دستے ہٹانے شروع کر دیے۔ انہوں ایسٹی شائر میں اہم بغداد ریلوے جنکشن کو خالی کر دیا۔ جہاں محب وطنوں نے ریلوے ڈپو کو اسلحے کی فیکٹریوں میں بدل دیا۔ اس کا جواب اتحادیوں نے استنبول کو مجموعی طور پر حراست میں لے کر اور قومی اسمبلی کو توڑ دیا۔ رہنما محب وطن چھپ گئے یا اناطولیہ کی طرف بھاگ گئے۔ جہاں سے انہوں نے مصطفی کمال (کی فوج میں شامل ہونے کے لیے) سیدھی انقرہ کی راہ لی۔ وہاں 23 اپریل 1920ء کو ترکی کی عظیم قومی اسمبلی کا اجلاس مصطفی کمال کی زیر صدارت ہوا۔ اس کا پہلا عملی اقدام دنیا پر ترک حکومت کے مقام کو واضح کرنا تھا۔ اس کے الفاظ کی جرات حیرت انگیز ہے۔

"The Grand National Assembly sitting in Ankara will preside over the destiny of Turkey as long as the capital is in the hands of the foreigners. It has appointed an Executive Council, which has taken in hand the government of the country, Istanbul, the Sultan, and the Government being in the hands of the enemy, all orders from there are automatically null and void. The nation's rights have been violated. The Turkish nation, though calm; is determined to maintain its rights as a sovereign independent state."

انقرہ میں بیٹھی بڑی قومی اسمبلی اس وقت تک ترکی کی قسمت کے فیصلے کرے گی جب تک دارالخلافہ غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس ایک ایگزیکٹو کونسل مقرر کر دی جس نے ملک کی حکومت کا باگ

دوڑ سنبھالی ہے۔ استنبول، سلطان، اور حکومت دشمن کے ہاتھوں میں ہے۔ وہاں سے جاری تمام احکامات خود بخود کالعدم ہیں۔ قوم کے حقوق غصب کیے گئے ہیں۔ ترک قوم اگرچہ پرامن ہے مگر وہ بطور ایک خود مختار آزاد ریاست کے اپنے حقوق منوانے کے لیے پرعزم ہیں"۔

At last as the month of May, 1920 was drawing to its close the Allies published the terms of peace which they were willing to make with Mehmet IV. A small and helpless Ottoman Empire was to be entirely under the supervision of the Allied powers; all the Arab provinces were to become Mandated Territories; the whole of Eastern Anatolia was to be added to the state of Armenia; around Izmir was to be a large Greek district; Cicilia was to go to the French; the Ottoman capital itself was to be an international centre under the control of Britain, France and Italy. Only the immediate hinterland of Istanbul was to remain of the once extensive "Turkey in Europe."

آخر کار جب 1920ء میں مئی کا مہینہ ختم ہو رہا تھا تو اتحادی امن کی شرائط جو مہمت چہارم کو ساتھ طے کرنا چاہتے تھے، منظر عام پر لے آئے۔ ایک چھوٹی اور بے بس سلطنت عثمانیہ نے مکمل طور پر اتحادی قوتوں کی زیر نگرانی رہنا تھا۔ تمام عرب صوبوں کو ماتحت علاقے بننا تھا۔ تمام مشرقی اناطولیہ کو آرمینیا کی ریاست میں شامل ہونا تھا۔ ازمیر کے ارد گرد کو علاقے کو ایک بڑا یونانی صوبہ بننا تھا۔ سی سیلیا کو فرانس کو ملنا تھا۔ سلطنت عثمانیہ کا دارالخلافہ بذات خود برطانیہ، فرانس اور اٹلی کے ماتحت ایک بین الاقوامی مرکز بننا تھا۔ استنبول کے قریب ترین کے علاقے کو "یورپ میں ترکی" کے طور پر باقی رہنا تھا (وہ ترکی جو) کبھی بڑی سلطنت تھی۔

The terms if widely accepted would have been the death sentence not only of the Ottoman Empire but of what was now correctly described as Turkey. By entertaining the very idea of signing a treaty based on such terms, the Ottoman Government at Istanbul was branded by the patriots as a puppet government of traitors and dotards, and almost the entire Turkish nation accepted the Turkish government at Ankara.

ان شرائط کو اگر پوری طرح مان لیا جاتا تو یہ نہ صرف سلطنت عثمانیہ کے لیے بلکہ اس کے لیے بھی جسے آج صحیح معنوں میں ترکی کہا جاتا ہے، موت کا پروانہ ہوتا۔ ایسی شرائط پر مشتمل معاہدے پر

دستخط کرنے کے غور پر، وطن پرستوں نے استنبول میں عثمانی حکومت پر غداروں اور سٹھیائے ہوئے بڈھوں کی کٹھ پتلی حکومت ہونے کا نام لگا دیا۔ اور قریبا تمام ترک قوم نے انقرہ کی ترک حکومت قبول کرلی۔

There was no one to enforce the terms of the treaty, in the event of Mehmet signing it. On the 21st August, 1921, the Greeks attacked. In the mountain country above the Sakarya river, some fifty kilo-metres west of Ankara the two valiant people fought almost man to man for fourteen days under the burning heat of the sun, the Greeks attacking with reckless abandon, the Turks hanging grimly on the heights, Mustafa Kamal now their Commander-in-Chief. By the 4th of September the critical moment had come: the Greeks were at the end of their strength. On the 12 they crossed the Sakarya and began to retire steadily, but there was no question of the Turks immediately following up their advantage. It was not till the end of August, 1922 that Mustafa Kamal was able to sound his famous battle-call: "Soldiers: Your goal is the Mediterranean. Forward."

مہمت کے اس معاہدے پر دستخط کرنے کی صورت میں اسے نافذ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ 21 اگست 1921ء کو یونانیوں نے حملہ کر دیا۔ انقرہ سے پچاس کلو میٹر مغرب میں دریائے سکاریا کے اوپر پہاڑی علاقے میں دو بہادر قومیں سورج کی تیز دھوپ میں قریبا چودہ دن تک آمنے سامنے لڑتی رہیں۔ یونانی جان کی بازی لگاتے ہوئے بے پرواہی سے حملہ کر رہے تھے۔ ترک بڑی ثابت قدمی سے پہاڑوں پر ڈٹے ہوئے تھے۔ مصطفٰی کمال ان کا سپہ سالار تھا۔ 4 ستمبر کو فیصلہ کن وقت آگیا تھا۔ یونانیوں کی طاقت جواب دے رہی تھی۔ 12 مئی کو انہوں نے سکاریہ کو کراس کر لیا اور متواتر واپس ہونے لگے۔ مگر اس میں کوئی شک نہ تھا کہ ترکوں نے (واپسی پر) ان کا پیچھا کر کے فائدہ اٹھایا۔ 1922ء تک مصطفٰی کمال مشہور جنگی نعرہ لگانے کے قابل نہ تھا۔

"مجاہدو: سپاہیو: تمہاری منزل بحیرہ روم ہے۔۔۔۔۔ آگے بڑھو۔۔۔۔"۔

Six days later the advance guard of Turkish National forces drew within sight of the Mediterranean. There lay Izmir crowded, and overflowing with refugees. There were ships for the Greek soldiers but none for the Greek and Armenian

population, crazed with fear. In the harbour towered the Allied battleships, powerless to do anything except to take away as many refugees on board as possible. The Greeks alone were at war with the "rebel" Turks.

چھ دن بعد ترکی کی قومی فوج کا اگلا دستہ بحیرہ روم کی نظروں کے سامنے تھا (قریب تھا)۔ ازمیر پر ہجوم تھا۔ اور پناہ گزینوں سے بھرا ہوا تھا۔ یونانی سپاہیوں کے لیے جہاز تھے مگر یونانی اور آرمینیا کی آبادی کے لیے کوئی جہاز نہ تھا، وہ خوف سے پاگل ہو رہے تھے۔ بندرگاہ پر اتحادیوں کے بلند جنگی بحری جہاز کھڑے تھے۔ وہ کچھ بھی کرنے کے قابل نہ تھے سوائے اس کے کہ وہ جتنے زیادہ پناہ گزینوں کو اس پر سوار کرتے جائیں جتنا ممکن ہو۔ یونانی اکیلے باغی ترکوں کے ساتھ لڑ رہے تھے۔

A long line of decorated cars entered Izmir on the 9th of September, 1922, on the either side an escort of cavalry. In the leading car was Mustafa Kamal, Commander-in-Chief of the Free-Turkish Forces and "Saviour of Turkey." Three days after the change of government, fire broke out in several parts of the city at once and the greater part of Izmir was reduced to ashes.

9 ستمبر 1922ء کو سجی ہوئی کاروں کی ایک لمبی لائن ازمیر میں داخل ہوئی (جس کے) دونوں جانب گھڑ سواروں کا حفاظتی دستہ تھا۔ سب سے آگے والی کار میں مصطفی کمال تھا۔ وہ افواج کا کمانڈر انچیف اور ترکوں کو بچانے والا تھا۔ حکومت کی تبدیلی کے تین دن بعد شہر کے کئی حصوں میں اچانک آگ بھڑک اٹھی اور ازمیر کا زیادہ تر حصہ راکھ میں بدل چکا تھا۔

Mustafa Kamal now realized that he must at last persuade the Ankara Government to make an end of the puppet show in the old capital. He proposed that the Sultanate should be abolished. The Grand Turkish National Assembly gave the verdict: "By the Unanimous Vote of the Grand National Assembly of Turkey, the Sultanate is abolished."

اب مصطفی کمال نے محسوس کیا کہ اسے کم از کم انقرہ کی حکومت کو پرانے دارالخلافہ میں کٹھ پتلی تماشے کو ختم کرنے کے لیے اکسانا چاہیے۔ اس نے تجویز دی کہ بادشاہت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ترکی کی بڑی قومی اسمبلی نے یہ فیصلہ دیا۔ " ترکی کی بڑی قومی اسمبلی کے متفقہ ووٹ کی مدد سے (کے ذریعے) خلافت ختم کی جاتی ہے"۔

On the 4th of November, 1922, Riffat carried out a coup d'etat at Istanbul. On the following day the Ottoman cabinet resigned office and was not replaced.

For a few days Mehmet stood his ground - the ruler of a palace and a private park. He felt he could trust no one but an old conductor of the royal orchestra, whom at last he sent to Sir Charles Harrington to crave British protection for "the Emperor of powerful Emperors, Refuge of Sovereigns, Distributor of Crowns to the Kings of the Earth, Master of Europe, Asia and Africa, High King of the Two oeas....

4 نومبر 1922ء کو رفعت نے ترکی میں حکومت کو زبردستی ختم کرنے کے حکم پر عمل درآمد کروایا۔ اگلے دن عثمانیہ کابینہ نے استعفیٰ دے دیا اور اس کی جگہ کسی اور نے نہ لی۔ چند روز تک مہمت ڈٹا رہا۔ ایک محل اور ذاتی باغ کا حکمران۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ سوائے شاہی شازندوں کے بوڑھے ہدایت کار کے۔ جس کو آخر کار اس نے سر چارلس ہیرنگٹن کے پاس اپنے لیے برطانیہ کی طرف سے اپنے لیے حفاظت کی درخواست کی۔ "طاقتور شہنشاہوں کے شہنشاہ۔ بادشاہوں کی پناہ کی جگہ، دنیا کے بادشاہوں کو تاج تقسیم کرنے والے، یورپ، ایشیاء اور افریقہ کے مالک، دو سمندروں کے عظیم بادشاہ" (کو حفاظت مہیا کی جائے)۔

It was the 17th of November, 1922. A British motor ambulance drew up at a side-door of the palace where Mehmet was staying. Some baggage was brought out of the palace and placed in the car. An elderly man followed. A British Officer took the old gentleman's umbrella as he entered the vehicle. The door was closed and the ambulance drove away. The last of the Sultans was on his way to exile. A greater Sovereign than all the Ottoman Sultans was now in the seat of power at Ankara -the will of the Turkish people expressed through a leader who was at one and the same time both dictator and democrat. It was the end of an age. On the 29th October, 1923, the name of the Ottoman Empire was wiped from the slate of history. A salute of a hundred and one guns proclaimed the foundation of the Turkish Republic with Mustafa Kamal as the President and General Ismat Inonu as the Prime Minister.

یہ 17 نومبر 1922ء (کی تاریخ) تھی۔ برطانیہ کی ایک موٹر ایمبولینس اس محل کی سائیڈ والے دروازے پر آکر رکی جہاں مہمان ٹھہرا ہوا تھا۔ محل سے کچھ سامان نکال کر گاڑی میں رکھا گیا۔ اس کے بعد ایک بوڑھا آدمی آیا۔ ایک برٹش آفیسر نے اس کے ہاتھ سے چھتری لے لی جب وہ گاڑی میں بیٹھا۔ دروازہ بند کر دیا گیا اور ایمبولینس چلی گئی۔ آخری سلطان اپنی جلاوطنی کے راستے پر تھا۔ تمام عثمانی بادشاہوں سے بڑا بادشاہ، اب انقرہ میں اقتدار کی کرسی پر تھا۔ ترک عوام کی خواہشوں کو بیان کرنے والا ایسا حکمران جو ایک ہی وقت میں ڈکٹیٹر بھی تھا اور جمہوریت والا بھی۔ یہ ایک عہد کا اختتام تھا۔ 29 اکتوبر 1923ء کو سلطنت عثمانیہ کا نام تاریخ کی سلیٹ سے ختم ہو گیا۔ ایک سو ایک توپوں کی سلامی جمہوریہ ترکی کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ جس کا صدر مصطفیٰ کمال اور وزیر اعظم عصمت انونو تھا۔

The Great Reformer

ایک عظیم مصلح (اصلاحات لانے والا)

On assuming power, Mustafa Kamal's first object was to educate the people. This was a gigantic task, for state education was unknown in Turkey. Therefore there were two problems: to teach the masses and to train as many teachers as possible.

As he was determined to break down this barrier, Mustafa Kamal declared the old script to be abolished and replaced by the Roman script. Thereupon he set out on a series of tours round the country to demonstrate, chalk in hand, how the new script should be used. The whole population went back to school. Nor was Mustafa Kamal a lenient master. He tested people on the most unexpected occasions, naming a day, not far ahead, by which everyone was to have learned the new script.

اقتدار سنبھالتے ہی مصطفیٰ کمال کا پہلا مقصد لوگوں کو تعلیم دینا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا کام تھا کیونکہ ترکی میں حکومت کی طرف سے تعلیم دینے کا کوئی نظام نہ تھا۔ لہٰذا دو مسئلے تھے۔ عوام کو تعلیم دینا اور جتنا ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ اساتذہ کی تربیت کرنا۔ جیسا کہ مصطفیٰ کمال اس رکاوٹ کو توڑنے میں

پر عزم تھا، اس نے پرانے رسم الخط کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور اسے رومی رسم الخط سے بدل دیا۔ لہذا چاک ہاتھ میں لے کر یہ بتانے کے لیے کہ نئے رسم الخط کو کیسے استعمال کیا جاتا ہے، پورے ملک کے دورے پر نکل پڑا۔ پوری آبادی سکول میں لوٹ گئی، نہ ہی مصطفیٰ کمال نرم استاد تھا، اس نے انتہائی غیر متوقع موقعوں پر لوگوں کا امتحان لیا۔ مستقبل کا کوئی دن مقرر کر دیا جس تک ہر ایک کو نیا رسم الخط سیکھنا تھا۔

Once he had simplified the Turkish script, Mustafa Kamal started upon a rather more difficult task—that of simplifying the language. This was urgently necessary for two reasons: first, because educated speech under the Ottoman Empire had been a mixture of Turkish, Arabic and Persian and second, because he realized that the elaborate modes of address and flowery phrases were out of place in the modern world. Accordingly he set up a committee for the purification of the language by substituting genuine Turkish words for those of Arabic and Persian origin. In the new world created by him there was no need for the old titles and nobilities which meant nothing to the new nobility of effort. The word "Pasha" was abolished: every man became Bay, hitherto a title of some honour; women became Bayan.

جب ایک بار اس نے ترکی رسم الخط کو آسان کر دیا تو اس نے ذرا مشکل کام شروع کر دیا۔ زبان کو آسان بنانا۔ دو وجوہات کی بناء پر یہ کام فوری طور پر ضروری تھا۔ پہلی یہ کہ سلطنت عثمانیہ کے ماتحت پڑھے لکھے لوگوں کی گفتگو ترکی، عربی اور فارسی کا آمیزہ تھی۔ دوسری (وجہ) یہ کہ اس نے محسوس کیا کہ فصیح انداز اور بناوٹی جملے جدید دنیا میں موزوں نہ تھے۔ اسی مناسبت سے عربی اور فارسی الفاظ کو خالص ترکی الفاظ سے بدلا اور زبان کو خالص بنانے لیے اس نے ایک کمیٹی بنادی۔ اس کی بنائی گئی اس نئی دنیا میں پرانے القابات اور شرافاء کی ضرورت نہ تھی جو جدوجہد کی اس نئی دنیا کے سامنے کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ لفظ "پاشا" کو ترک کر دیا گیا۔ ہر مرد کو "بے" بن گیا، ابھی تک یہ لقب کسی قدر عزت والا تھا اور ہر عورت "بایاں" بن گئی۔

No less revolutionary was the abolition in 1925 of the national head-dress, called the Fez. The Fez was in origin Greek, but it had come to be associated closely with Turkish life. When the

wearing of hats was made compulsory there were barely enough to go round, so that the houses of the foreigners were ransacked and men even went about in Paris models. It was reported from Izmir that in a village nearby, the peasants unable to obtain bowlers, or caps, discovered in the closed shop of a departed Armenian haberdasher a stock of ladies' summer hats, and seizing the entire selection, wore them, ribbons, feathers and all.

1925ء میں سر کے پہناوے جسے Fez کہا جاتا تھا، کا خاتمہ کم انقلاب نہ تھا۔ Fez بنیادی طور پر یونانی تھا مگر ترکی زندگی سے اس کا قریب کا تعلق بن چکا تھا۔ جب Hat پہننا لازمی قرار دیا گیا تو مشکل سے اتنے Hats تھے جو سب کو کافی ہوتے۔ اس لیے غیر ملکیوں کے گھروں کو چھان مارا گیا۔ اور حتیٰ کہ مرد پیرس کے نمونے پہنے پھرتے رہے۔ ازمیر سے رپورٹ ملی کہ ایک گاؤں میں جو کسان Cap یا باؤلر ٹوپی حاصل نہ کر سکے، انہوں نے ہجرت کر کے جانے والے آرمینیا کے ایک ٹوپیاں بیچنے والے کی بند دکان میں عورتوں کی گرمیوں کے Hats کا ذخیرہ دریافت کر لیا۔ اور انہیں پہننا، ربن والے، پروں والے اور دوسرے تمام قسم کے۔

Finally, to complete this account of Kamal's reforms, we must mention that which was most striking, namely the abolition of the veil. As early as 1923 he had addressed the people of western Anatolia on the subject of women's rights. "Our nation has decided to be strong," he had said, "and our absolute need today is the higher education of women. They shall be instructed in every field of science and receive the same degrees as men." Mustafa Kamal prepared the country for the change by a tour of the towns and villages during which he addressed himself principally to the men folk.

آخر میں مصطفیٰ کمال کی اصلاحات کا ذکر مکمل کرنے کے لیے، ہمیں یہ بتانا ضروری ہوگا جو سب سے زیادہ شاندار تھا۔ جس کا نام ہے " پردے کا خاتمہ " ۔ 1923ء میں وہ مغربی اناطولیہ کے لوگوں کو عورتوں کے حقوق کے موضوع پر خطاب کر چکا تھا۔ اس نے کہا " آج ہم نے مضبوط قوم بننے کا فیصلہ کر لیا ہے اور خواتین کی اعلیٰ تعلیم بہت ضروری ہے۔ انہیں ہر شعبے میں تعلیم دی جائے گی۔ اور وہ

مردوں جیسی ڈگریاں حاصل کریں گی۔ مصطفیٰ کمال نے قصبوں اور دیہاتوں کے دورے کر کے ملک کو اس تبدیلی لے لیے تیار کیا۔ اس دورے کے دوران اس نے خاص کر مردوں سے خطاب کیا۔

No less great was the economic advance. In 1919, there was only one railway in Turkey, and judged by modern standards no roads at all. Mustafa Kamal inaugurated great development and construction schemes both for railways and motor roads. In 1919, there were 150 factories in Turkey, in 1933, 2000, while the Turkish Five-Year Plan, inaugurated in 1934, encouraged heavy industry still further. The banking system was organized and the Ottoman public debt (taken over from the Sultanate by the new Republic) was reduced to one-tenth of its former size. All this was achieved without further borrowing. The changes in all branches of Turkish life have been stupendous.

معاشی ترقی بھی کم عظیم نہ تھی۔ 1919ء میں ترکی میں ریل کی صرف ایک پٹڑی تھی اور اگر جدید معیار پر کھا جائے تو بالکل کوئی سڑکیں نہ تھیں۔ مصطفیٰ کمال نے ریل کی پٹڑیوں اور بڑی بڑی سڑکوں دونوں کے لیے بڑے بڑے ترقیاتی اور تعمیری منصوبے شروع کیے۔ 1919ء میں ترکی میں 150 کارخانے تھے۔ 1933ء میں 2000۔ جبکہ 1934ء میں شروع ہونے والے ترقی کے پانچ سالہ منصوبے میں بڑی صنعتوں کی مزید حوصلہ افزائی کی گئی۔ بینکوں کے نظام کو منظم کیا گیا اور سلطنت عثمانیہ کا سرکاری قرضہ (جو بادشاہت سے جمہوریہ نے اپنے ذمہ لیا تھا)۔ اپنے سابقہ سائز سے کم ہو کر دسواں حصہ رہ گیا تھا۔ اور یہ سب مزید قرضے لیے بغیر کیا گیا اور ترکوں کی زندگی کے تمام شعبوں میں تبدیلیاں حیران کن تھیں۔

It would be no exaggeration to say that at the time that Mustafa Kamal set to work, the mental and political development of the masses in Turkey was on a level with that of the people of Western Europe in the mid-eighteenth century. The Turks have now traversed in a few years the road which the people of Western Europe took 150 years to travel. The thorough democratization of the nation, and the awakening of the people and the unchaining of their powers has been the work of Mustafa Kamal

یہ کہنا مبالغہ نہیں ہو گا کہ جب مصطفی کمال نے کام شروع کیا، اس وقت ترک عوام کی ذہنی اور جسمانی پختگی اس معیار تھی جس پر اٹھارویں صدی کے وسط میں مغربی یورپ کی تھی۔ ترکوں نے اب یہ راستہ چند سالوں میں طے کیا جسے طے کرنے میں مغربی یورپ نے 159 لگائے۔ قوم کو مکمل طور پر جمہوری بنانے کا عمل، لوگوں کو بیدار کرنا، اور ان کی صلاحیتوں کو آزاد کرنا مصطفی کمال کا کام تھا۔

Solution of Exercise

Q1: What was the attitude of the Turkish government towards the allies after World War-I?

Ans: The war was over. Throughout the entire near and Middle East the armies of the democracies had been hailed not so much as conquerors, but as deliverers. The Turks themselves were only too glad to be able to lay down arms after almost continuous fighting since 1911. A government formed from the old Liberals was in power in Istanbul, its members and the Padishah himself alike eager to collaborate with the Allies; their conception of the best interests of the nation was that of loyalty to the Armistice and co-operation with the occupying forces of the conquerors.

Q2: Why was Mustafa Kamal sent to Anatolia?

Ans: The war was over, but in Eastern Anatolia revolts started against the foreign invasion and occupation. The fight increased day by day. Mustafa Kamal was sent there to put down these revolts.

Q3: What was the reaction of the Turkish patriots to the intention of the allies to partition the Ottoman Empire?

Ans: To all Turkish patriots these events meant that there was only one policy to be pursued. Even those most friendly to the Allies were infuriated by this foreign occupation of the richest and most essentially Turkish of their provinces- Turkish patriotism was no longer vague and undecided, it was a flame burning in the health of men and women of all classes - a flame of indignation not of hatred. Even during cruel wars the Turks

and the Greeks never hated each other, and among the Greeks there was little enthusiasm for the Anatolian adventure.

Q4: Write a note on Mustafa Kamal's activities in Anatolia.

Ans: Mustafa Kamal set out to tour the villages, preaching resistance and in every place appointing representatives to form centers of patriotic revolt. Yet even the energy and personality of Mustafa Kamal would not have been so effective had not news arrived that the Greeks were advancing. Everywhere the local Turks vowed that death was preferable to rule by Greeks.

Q5: Why did Mehmet order Mustafa Kamal to return to Constantinople?

Ans: As soon as Mehmet heard of these activities he ordered Mustafa Kamal to ""return. The patriot's reply was a long personal telegram to the Padishah urging him, as leader of his people, to come over to Anatolia and himself take the lead against the Greeks and all the foreign enemies—it would be Mehmet's last chance to save himself, the Throne of his fore-fathers and the Turkish nation. But Mehmet's conception of the best interests of Turkey was co-operation with the powerful conquerors. In these circumstances the only imaginable reply to Mustafa Kamal's invitation was a peremptory command: the rebel must report himself immediately to Istanbul. Back along the wire went the most momentous telegram in the history of the Ottoman Empire:

"I shall stay in Anatolia until the nation has won its Independence."

Q6: What was Mustafa Kamal's reply?

Ans: As soon as Mehmet heard of these activities he ordered Mustafa Kamal to return. The patriot's reply was a long personal telegram to the Padishah urging him, as leader of his people, to come over to Anatolia and himself take the lead against the Greeks and all the foreign enemies—it would be Mehmet's last chance to save himself, the Throne of his fore-fathers and the Turkish nation. But Mehmet's conception of the best interests of Turkey was co-operation with the powerful conquerors. In these circumstances the only imaginable reply to Mustafa Kamal's invitation was a peremptory command: the rebel must report himself immediately to Istanbul. Back along

the wire went the most momentous telegram in the history of the Ottoman Empire:

I shall stay in Anatolia until the nation has won its Independence.

Q7: How did Mehmet try to regain Anatolia for himself?

Ans: He said that the nationalists can come to Istanbul from Anatolia and form a government of their own. He also said that the delegates in Anatolia can shift their activities to Istanbul and put Mustafa Kamal's ideas in practice. This was just a trick to shift nationalists to Istanbul. Mehmet was not sincere in doing so.

Q8: Why did his plan fail?

Ans: The plan was failed because Mustafa Kamal saw through the intention of Mehmet IV. He refused to go back and said that the government should sit in the upland town of Ankara.

Q9: What were the terms offered to Turkey by the Allies?

Ans: All the Arab provinces were to become Mandated Territories; the whole of Eastern Anatolia was to be added to the state of Armenia; around Izmir was to be a large Greek district; Cicilia was to go to the French; the Ottoman capital itself was to be an international centre under the control of Britain, France and Italy. Only the immediate hinterland of Istanbul was to remain of the once extensive "Turkey in Europe."

Q10: Give an account of the Greek attack and its defeat.

Ans: On the 21st August, 1921, the Greeks attacked. In the mountain country above the Sakarya river, some fifty kilo-metres west of Ankara the two valiant people fought almost man to man for fourteen days under the burning heat of the sun, the Greeks attacking with reckless abandon, the Turks hanging grimly on the heights, Mustafa Kamal now their Commander-in-Chief. By the 4th of September the critical moment had come: the Greeks were at the end of their strength. On the 12th they crossed the Sakarya and began to retire steadily, but there was no question of the Turks immediately following up their advantage. It was not till the end of August, 1922 that Mustafa Kamal was able to sound his

famous battle-call: "Soldiers: Your goal is the Mediterranean. [redacted]

Q11: Give an account of the departure of Mehmet from Istanbul.

Ans: It was the 17th of November, 1922. A British motor ambulance drew up at a side-door of the palace where Mehmet was staying. Some baggage was brought out of the palace and placed in the car. An elderly man followed. A British Officer took the old gentleman's umbrella as he entered the vehicle. The door was closed and the ambulance drove away. The last of the Sultans was on his way to exile.

Q12: Describe the reforms introduced by Mustafa Kamal with reference to

(1) The position of women

(2) Removal of illiteracy

(3) Change in dresses

(4) Adoption of the roman script and

(5) The industrial and economic development.

Ans: **1. The position of women:** He abolished veil and addressed the men on the subject of women right. He urged women to get higher education and said that they should be instructed in every field of life.

2. Removal of Illiteracy: He was determined to break down this barrier, Mustafa Kamal declared the old script to be abolished and replaced by the Roman script. Thereupon he set out on a series of tours round the country to demonstrate, chalk in hand, how the new script should be used. The whole population went back to school. Nor was Mustafa Kamal a lenient master. He tested people on the most unexpected occasions, naming a day, not far ahead, by which everyone was to have learned the new script.

3. **Change in Dresses:** No less revolutionary was the abolition in 1925 of the national head-dress, called the Fez. The Fez was in origin Greek, but it had come to be associated closely with Turkish life. When the wearing of hats was made compulsory there were barely enough to go round, so that the houses of the foreigners were ransacked and men even went about in Paris models. It was reported from Izmir that in a village nearby, the peasants unable to obtain bowlers, or caps, discovered in the closed shop of a departed Armenian

haberdasher a stock of ladies' summer hats, and seizing the entire selection, wore them, ribbons, feathers and all.

4. **Adoption of the Roman Script:** Removal of Illiteracy: He was determined to break down this barrier, Mustafa Kamal declared the old script to be abolished and replaced by the Roman script. Thereupon he set out on a series of tours round the country to demonstrate, chalk in hand, how the new script should be used. The whole population went back to school. Nor was Mustafa Kamal a lenient master. He tested people on the most unexpected occasions, naming a day, not far ahead, by which everyone was to have learned the new script.

5. **The Industrial and Economic Development:** No less great was the economic advance. In 1919, there was only one railway in Turkey, and judged by modern standards no roads at all. Mustafa Kamal inaugurated great development and construction schemes both for railways and motor roads. In 1919, there were 150 factories in Turkey, in 1933, 2000, while the Turkish Five-Year Plan, inaugurated in 1934, encouraged heavy industry still further. The banking system was organized and the Ottoman public debt (taken over from the Sultanate by the new Republic) was reduced to one-tenth of its former size. All this was achieved without further borrowing.

Q13: Sum up in a few sentences the work of Mustafa Kamal as a great leader nation-builder.

Ans: The changes in all branches of Turkish life have been stupendous. It would be no exaggeration to say that at the time that Mustafa Kamal set to work, the mental and political development of the masses in Turkey was on a level with that of the people of Western Europe in the mid-eighteenth century. The Turks have now traversed in a few years the road which the people of Western Europe took 150 years to travel. The thorough democratization of the nation and the awakening of the people and the unchaining of their powers has been the work of Mustafa Kamal.

Multiple Choice Questions

1. What was the reaction of Turkish at the end of the war?

A. They welcomed the conquerors
B. They resisted
C. They had no choice
D. None of these

2. A general massacre of the American is expected. The underlined word means

A. Appreciation B. Killing C. Welcome D. Arrival

3. The houses of the foreigners were ransacked. The underlined word means

A. Destroyed B. Built C. Attacked D. Searched

4. Choose the correct spelling.

A. Peremptory B. Premptory
C. Permptory D. Paremptory

5. This is the house where we live. The underlined part is a/an

A. Phrase B. Clause
C. Predicate D. Complement

6. May you live long! Is a/an

A. Assertive sentence B. Exclamatory sentence
C. Imperative sentence D. Interrogative sentence

7. Night came on rain fall heavily. The underlined part is a/an

A. Coordinate clause B. Subordinate clause
C. Phrase D. Complement

Answers

1.A	2.B	3.D	4.A	5.B	6.B
7.A					